Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:2 (1975)

ہماری قومی وحدت اور اُس کے تقاضے

محمد نذیر کاکاخیل

پاکستان ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ایک مخصوص نظریۂ حیات کے ساتھ دنیا کے نقشے پر سب سے بڑی اسلامی مملکت کی صورت میں نمودار ہُوا۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے قیامِ پاکستان کے لئے عظیم قربانیاں اس لئے دیں کہ مسلمان یہاں اسلامی اقدار پر بلاکسی خوف و خطر کے عمل درآمد کر سکیں، مسلمانانِ پاکستان اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالیں، اسلام کے درخشندہ معاشرتی اصولوں کی روشنی میں نئے سرے سے ایک ایسا اسلامی اور جمہوری معاشرہ قائم کریں جہاں انسان انسان کا استحصال نہ کر سکے، جہاں مساواتِ محمدی پر ایک بار پھر عمل درآمد ہو، جہاں رنگ، نسل، زبان اور ثقافت کی تمیز نہ ہو، جہاں قانون کی حکمرانی ہو۔

دراصل اسلامی تعلیمات کی بدولت ہی برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے انگریزی استعمار اور ہندو سامراج سے آزادی حاصل کر کے ایک نئی مملکت کی بنیاد رکھی۔ بانیانِ پاکستان نے واضح طور پر اعلان کیا تھا کہ نوزائیدہ مملکت میں مسلمانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو رسول کریمؐ کے تلقین کردہ مثالی معیاروں، اصولوں اور اخلاقی قدروں کے مطابق تعمیر کرنے کے قابل بنایا جائے گا۔ یہی وہ نصب العین تھا جس نے جدوجہد آزادی کے دوران مسلمانوں کو سرتاپا عمل و حرکت بنا دیا تھا اور قیامِ پاکستان دراصل اس نصب العین کی فتح تھی۔ جب صورتِ حال یہ ہے اور پاکستان کا قیام اس کا مرہونِ منت ہے تو ہماری بقاء اور ترقی کا تمام تر دارومدار اس بات پر ہے کہ ہم اس نظریۂ حیات اور روحانی وراثت کے مطابق اپنے مستقبل کی تعمیر کریں جو ہمیں اپنے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰؐ سے ملی ہے۔ ہماری قومی وحدت کا انحصار اسلامی نظریۂ حیات پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ آزادی حاصل کرنے کے بعد ہم نے زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی

کی منازل طے کی ہیں لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ اس مادی ترقی کے ساتھ ساتھ وہ روح اُبھر کر سامنے نہیں آئی جس کے لئے عظیم قربانیاں دی گئی تھیں۔ درحقیقت پاکستان کو بیسویں صدی میں اسلامی اصولوں کے مطابق ایک ایسی مثالی ریاست بنانا تھا جہاں اللہ کے احکام نافذ کئے جاتے تا اور عہد جدید کے دو متصادم نظاموں (اشتمالیت اور سرمایہ دارانہ نظام) کے مقابلے میں اسلامی نظام کو فکری اور عملی طور پر پیش کر کے اس کی عظمت اور بلندی کو ثابت کیا جاتا۔

ہم نے آزادی کے تقریباً ۲۵ سال لاحاصل بحث و تمحیص، سیاسی تجربوں اور محاذ آرائیوں میں گزار دیئے۔ ان سالوں میں ہم اپنا قومی تشخص تک نہ قائم کر سکے۔ سچ تو یہ ہے کہ قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خان کی رحلت کے بعد ہمارے خودغرض لیڈر ملک و قوم کی بنیادیں مضبوط کرنے کی بجائے اپنے طرز عمل سے قومی ہم آہنگی اور وحدت میں دانستہ یا نادانستہ رخنے ڈالتے رہے۔ اپنے نصب العین سے غفلت اور بے اعتنائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ مفاد پرست طبقات اور خاص کر ملک دشمن عناصر نے صوبائی عصبیت، علاقائیت اور فرقہ واریت کو کچھ اس طرح ہوا دی اور پاکستان کے سیدھے سادے مسلمانوں کو اس مقام پر لا کھڑا کیا جہاں سے لوٹنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ یہ اوچھے ہتھکنڈے پاکستان کو کمزور کرنے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے رہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسی صوبائی منافرت کی وجہ سے پاکستان کا ایک بازو کٹ کر بنگلہ دیش بن گیا۔ افسوس کا مقام ہے کہ ہم ایسے عملی اقدامات نہ کر سکے جن سے ہمارے نوجوانوں پر یہ حقیقت عیاں ہو جاتی کہ اس پاک سرزمین میں جو قوم آباد ہے اس پر رنگ، نسل، ذات، فرقہ، علاقے اور زبان وغیرہ کی تفریق حرام کر دی گئی ہے۔

قوموں کی تشکیل میں ۲۵ سال کا عرصہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ قومیں بہت عرصہ گزرنے کے بعد کٹھن آزمائشوں سے نکل کر بنتی ہیں۔ ہمیں اپنی گزشتہ پرآشوب تاریخ پر ندامت تو ہونی چاہیئے لیکن ہمارے حوصلے پست نہیں ہونے چاہئیں۔ خدا کا شکر ہے کہ کٹھن آزمائشوں سے گزرنے کے بعد ہمارے نمائندے ہمیں ایک متفقہ سیاسی لائحہ عمل دینے میں اس وقت کامیاب ہوئے جب کہ ہمارے بدخواہ اس انتظار میں تھے کہ کب باقی ماندہ پاکستان ٹوٹے تاکہ ان کے مذموم عزائم پورے ہوں۔

اب جب کہ ملک میں مستقل دستور نافذ ہے جسے بلاشبہ پچھلے دساتیر کے مقابلے میں زیادہ اسلامی

اور جمہوری ہونے کا فخر حاصل ہے، تو ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ اس کی حدود کے اندر رہتے ہوئے وفاق کے مختلف یونٹوں کے درمیان غلط فہمیوں کا ازالہ کریں اور آئندہ کسی بھی طاقت کو غلط فہمیاں پیدا کرنے یا تلخیاں بڑھانے کی اجازت نہ دیں۔ قومی وحدت کے لئے یہ اولین شرط ہے۔ دستور کی رو سے ہمارا یہ مقدس فریضہ ہے کہ ہم پاکستان میں صوبائیت، علاقائیت اور فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر ایک اسلامی معاشرہ قائم کریں۔ اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے اسلامی تعلیمات کا عام کیا جانا از حد ضروری ہے۔ ہماری نوجوان نسل کے ذہنوں میں جو غیر اسلامی رجحانات پروان چڑھ رہے ہیں ہمارا فرض ہے کہ اپنے علم و عمل کے ذریعہ ان کو دور کریں۔ جب تک ہمارے نوجوانوں کے ذہن صاف نہیں ہوں گے ہمارے مسائل میں اضافہ ہی ہوگا۔ اگر ہم نئی نسل کے ذہن میں اسلامی فکر کو راسخ نہ کر سکے تو ہماری آئندہ نسلیں مادی افکار کے سیلاب میں بہہ جائیں گی اور اس مجرمانہ غفلت کے لئے تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔

قومی وحدت کو فروغ دینے اور تعاون اور بھائی چارے کے جذبات کو ابھارنے کے لئے ہمیں اسلام کے پیغام کو اس کے صحیح پس منظر میں عام لوگوں تک بالعموم اور طلباء تک بالخصوص پہنچانا ہوگا تاکہ ان پر واضح کیا جا سکے کہ اسلام صرف چند اعتقادات کا نام نہیں اور نہ یہ عبارت ہے محض عبادات اور احکام و رسوم سے بلکہ یہ مکمل ضابطہ حیات ہے جس کا خطاب نہ تو کسی ایک قوم سے ہے نہ کسی ایک مخصوص دور سے بلکہ اس کا خطاب بلا امتیاز ہر قوم اور ہر زمانہ سے ہے۔ اس کے جو اخلاقی ضابطے ہیں وہ عالمگیر ہیں۔ اسلام ایک جامد مذہب نہیں بلکہ ایک متحرک فلسفۂ حیات ہے جو بدلتے حالات کا ساتھ دینے کی پوری پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

آج ہمارے ملک کو بڑے سنگین معاشرتی، معاشی اور سیاسی مسائل درپیش ہیں۔ یہ مسائل ملکی سالمیت اور قومی وحدت کے لئے بڑے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ ہمیں ان مسائل کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تلاش کرنا ہوگا۔ "خیرَ اُمّۃ" کی حیثیت سے یہ ہمارا ایک مقدس فریضہ ہے کہ ہم ایک ایسے سماجی ڈھانچہ کی تشکیل کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں جو عدل و مساوات پر مبنی ان زریں اصولوں کے مطابق ہو جن کی تعلیم ہمیں قرآن نے دی اور جن پر رسول کریمؐ اور خلفائے راشدین کے عہد میں عمل درآمد کر کے دنیا کے سامنے ایک عملی نمونہ پیش کیا گیا تھا۔

اس وقت طاغوتی قوتیں نیا لبادہ اوڑھ کر پاکستان کی سالمیت اور اسلامی اقدار کو ملیا میٹ کرنے کے در پئے ہیں۔ چند قومیتوں یا اس قسم کے دوسرے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر کے پاکستان کے ان پڑھ اور سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں کو عمومی طور پر اور ہمارے مستقبل کے معماروں (طلبہ) کے ذہنوں کو خصوصی طور پر پراگندہ کیا جا رہا ہے۔ اگر ہم اپنے قول و فعل میں تضاد چھوڑ دیں اور اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں پر سختی سے عمل درآمد شروع کر دیں، تعلیمی اداروں میں اسلامی تعلیمات پر عمل درآمد شروع کرائیں، نظریۂ پاکستان کو زیادہ سے زیادہ عام کریں، اپنی عملی زندگی اس کے مطابق ڈھالیں تو ہم ان تمام فتنوں پر جو قومی وحدت کو پارہ پارہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں بہت جلد اور بڑی آسانی سے قابو پا سکتے ہیں۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ رسول کریمؐ کی بعثت کے وقت عرب مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ ان قبائل کے طور طریقے ایک دوسرے سے جدا تھے۔ ہر قبیلہ اپنے آپ کو مستقل بالذات سمجھتا تھا۔ اس تقسیم کا عالم یہ تھا کہ خود ایک ہی قبیلہ کے اندر گروہ بندیاں تھیں۔ یہ تمام گروہ اور قبیلے آپس میں برسرِ پیکار رہتے تھے۔ قرآن پاک نے عربوں کو اس فتنہ سے چھٹکارا دلایا۔ انہیں ایک خدا پر یقین اور وحدتِ انسانی کا سبق دیا۔ قرآن نے بڑے واضح الفاظ میں اعلان کیا:

یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکرٍ و انثٰی وجعلنٰکم شعوبًا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیمٌ خبیرٌ (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: "اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شعوب اور قبائل (محض اس لئے) بنایا کہ تم پہچانے جا سکو۔ بے شک تم میں بہتر وہ ہے جو پرہیز گار اور متقی ہو۔ بے شک اللہ تعالےٰ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔"

دنیا اور آخرت دونوں میں معیارِ فضیلت یہ ہے کہ کوئی کتنا متقی اور پرہیز گار ہے اور اس نے دوسروں کی بھلائی کے کیا کام کئے ہیں۔ قبیلوں اور برادریوں کا یہ اختلاف اس لئے نہیں کہ ہم ایک دوسرے پر فخر کریں۔ قرآنی الفاظ میں اس کی غرض صرف اور صرف یہ ہے کہ باہمی تعارف میں آسانی ہو اور لوگ ایک دوسرے سے ربط و تعلق پیدا کریں۔ اسلام میں تقویٰ اور پرہیز گاری ایک ایسی صفت ہے جس کا حسب و نسب سے کوئی تعلق نہیں۔ دراصل اسلام قبیلہ، نسل، مذہب و مسلک ہر طرح کے تعصبات

سے بری ہے۔ اس ضمن میں اس کا مقام اتنا بلند ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب یا کوئی تہذیب وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس دور میں جب کہ عرب دنیا تہذیب و تمدن کے ابتدائی درجے میں تھی، اسلامی تعلیمات کا نتیجہ ایک عالم گیر بھائی چارے کی صورت میں نکلا جس میں کسی کو کسی پر رنگ، نسل، زبان، ثقافت وغیرہ کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں تھی۔

آج اگر ہم مسلمان یا پاکستانی کی حیثیت سے نہیں بلکہ پختون، پنجابی، سندھی یا بلوچی کی حیثیت سے خود کو متعارف کرائیں اور جداگانہ قومیت کا نعرہ بلند کریں تو ہمارا یہ قول اور فعل سراسر اسلامی تعلیمات اور اسلامی نظریۂ ملّت کے خلاف ہوگا۔ اس قسم کے خیالات رکھنا یا ان کا پرچار کرنا دراصل اُمتِ مُسلمہ کی جڑیں کاٹنے کے مترادف ہے۔ یہ جداگانہ قومیتوں ہی کا تصور اور طرزِ عمل تھا جو ساتویں صدی عیسوی کے عربوں کو تباہی کے کنارے لے گیا تھا اور متحدہ قومیت (ملّت) ہی کا نظریہ تھا جو انہیں تباہی کے عمیق گڑھے سے نکال لایا۔ آج کے پاکستان میں، جو بیسویں صدی میں اسلام کا مضبوط ترین قلعہ سمجھا جاتا ہے، علیحدہ قومیتوں کا پرچار کرنے والے پاکستان دشمن ہیں، اسلام کے بدخواہ ہیں۔ قرآن ہمیں صاف الفاظ میں حکم دیتا ہے کہ ایسے لوگوں سے جنگ کرو جو ملّت کے حصار میں رخنہ ڈالتے ہیں۔

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ ۰ (البقرۃ: ۱۹۳)

ترجمہ: ان کے خلاف لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین خالصتاً اللہ کا ہو جائے۔

پاکستان کے مختلف حصوں میں جو زبانیں، بولیاں، رسم الخط، رسم و رواج اور علاقائی ثقافتیں ہیں، ان کے وجود اور اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کو ختم کر کے اتحاد پیدا کرنے کی کوشش کرنا لایعنی ہے۔ لیکن ان معمولی اختلافات کو جداگانہ قومیت کی بنیاد بنانا اُمتِ مسلمہ کی پیٹھ میں چھُرا گھونپنے کے مترادف ہے۔ علاقائی زبانوں اور ثقافتوں کی ترقی ضروری ہے لیکن قومی ہم آہنگی اور وحدت ان سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ ربط و ارتباط کی خاطر ان حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے اسلام کے احکام اور اصولوں پر عمل کرنا قومی وحدت اور سالمیت کے لئے لازمی ہے۔ کیا ہوا کوئی پختون ہے یا پنجابی؟ سندھی ہے یا بلوچی؟، قرآن پاک کا ارشاد ہے:

"سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ سو تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح

کو دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے ۔ (قرآن، ۱۰ : ۴۹)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک مسلمان خواہ اس کی زبان، نسل یا رنگ کچھ بھی ہو، جسدِ ملت کا ایک حصہ ہے۔ پاکستان ہی کی نہیں بلکہ دنیا بھر کے مسلم ممالک کی علاقائی ثقافتیں اس شجر کی شاخوں کے برگ و بار ہیں جسے ہم اسلامی ثقافت کہتے ہیں۔ علاقائی ثقافتوں اور اسلامی ثقافت میں کوئی تصادم نہیں بشرطیکہ یہ ثقافتیں اسلام کے دائرے میں ہوں۔

علاقائی منافرت کو ختم کر کے قومی وحدت کو برقرار رکھنے کا واحد طریقہ اسلامی نظریئے پر سختی سے عمل ہے۔ نوجوان نسل کو اس موذی مرض سے بچانے کے لئے ایک طرف اگر تعلیمی اداروں، ریڈیو، ٹی۔وی اور پریس کو فعال بنانے کی ضرورت ہے تو دوسری طرف مختلف صوبوں کے طلباء اور اساتذہ کے وفود کا تبادلہ بھی ہونا چاہیئے تاکہ ان میں میل جول سے اتحاد و یگانگت پیدا ہو۔

قومی وحدت کا مقصد حاصل کرنے اور اسے برقرار رکھنے کے لئے ایک طرف اگر سیاسی ہم آہنگی اور ملکی معاملات میں قوم کے تمام افراد کی اصالتہً یا نیابتہً شرکت ضروری ہے تو دوسری طرف مذہبی رواداری بھی قومی وحدت قائم رکھنے میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ گزشتہ برسوں میں یہ ہماری سب سے بڑی بدقسمتی رہی ہے کہ ہمارے علماء کے مختلف گروہوں میں مفاد پرست عناصر نے فروعی اختلافات کو کچھ اس انداز سے پیش کیا کہ ان کے درمیان غلط فہمیوں کی ایک وسیع خلیج حائل ہو گئی۔ یہ ایک قومی سانحہ ہے اور اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہوگا۔ مسلمان فرقوں کے درمیان فروعی مسائل پر اختلافات اگر مثبت انداز میں ہوں تو یہ اُمتِ مسلمہ کے لئے باعثِ رحمت ہیں لیکن اگر یہی اختلافات سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے ہوں تو پھر یہ رجحان بہت خطرناک ہے۔ اس کے اثرات قومی وحدت اور فکری ہم آہنگی کے لئے مہلک ثابت ہو سکتے ہیں۔ کیا ہم فروعی اختلافات رکھتے ہوئے رواداری کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ قومی وحدت کی خاطر، امتِ اسلام کی خاطر ہم یقیناً ایسا کر سکتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ جس معاشرے اور جس حکومت کا نصب العین عالمی سطح پر انسانوں کے درمیان اختلافات مٹانا اور انسانوں کو ایک وحدت کی طرف لے جانا ہو خود اس معاشرے میں اختلافات کی موجودگی غیر منطقی اور مضحکہ خیز ہے۔ قرآن نے واضح طور پر اعلان کیا ہے :

" ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے گروہ بندیاں کیں اور اختلافات کو ہوا دی حالانکہ ان کے پاس واضح دلائل آ چکے تھے یہ وہ لوگ ہیں جن کو قیامت کے دن

عذاب ملے گا۔"   (قرآن، آل عمران : ۱۰۵)

اسوۂ رسولؐ ہمارے سامنے ہے جو بتاتا ہے کہ کس طرح آپؐ نے عملی طور پر دکھا دیا کہ مملکت کے اندر مختلف مذاہب کے لوگ مذہبی آزادی سے متمتع ہوتے ہوئے بحفاظت رہ سکتے ہیں۔ ساتویں صدی عیسوی میں یہ ایک عظیم انقلابی اقدام تھا جس نے تاریخ کا رُخ بدل دیا۔ اسی مذہبی رواداری کی بدولت مختلف قوموں کو ایک وسیع تر سیاسی نظام میں باہم مل جُل کر رہنے کے مواقع میسّر آئے۔ اس باہمی اختلاط سے ایک طرف اگر عالمگیر برادری کی بنیاد پڑی تو دوسری طرف مختلف اقوام ایک دوسرے کے کلچر اور علوم و فنون سے آگاہ ہوئیں۔ مسلم کلچر اسی طرح پروان چڑھتا رہا۔ مسلم ثقافت آٹھ سو سال تک دنیا میں غالب رہی اور اسی تہذیب و تمدن کی توشہ چینی سے یورپ میں نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہُوا، اور عصرِ حاضر کی موجودہ ترقی کی بنیاد پڑی۔

کیا ہم ایک ہی دین کے پیرو، جو مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، ایک ساتھ امن اور چین سے نہیں رہ سکتے؟ قومی وحدت کے لئے فکری ہم آہنگی بہت ضروری ہے۔ ہماری قومی وحدت کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہم فروعی اختلافات کو نظر انداز کر دیں۔ ان اختلافات کے ہوتے ہوئے اور مختلف مذہبی فرقوں سے تعلق رکھتے ہوئے بھی اگر ہم جوش کی بجائے ہوش سے کام لیں تو نظریۂ پاکستان کے استحکام کے ساتھ قیامِ پاکستان کے مقاصد کا حصول یقینی ہے۔ ہمیں گزشتہ تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

قومی وحدت کے لئے جہاں سیاسی ہم آہنگی اور مختلف مذہبی فرقوں کے درمیان مفاہمت اور رواداری کی اشد ضرورت ہے، وہاں استحصال سے پاک صاف معاشرہ کا قیام بھی ناگزیر ہے۔ اقتصادی استحصال کسی معاشرہ کی بنیادیں ہلانے اور اس کی جڑیں کھوکھلی کرنے اور اس طرح قومی وحدت کو پارہ پارہ کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ استحصال اس وقت شروع ہوتا ہے جب عام لوگوں کی بھلائی کو نظر انداز کر کے چند لوگوں کو ملکی معیشت پر بالادستی حاصل ہو جاتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک معاشرہ کے افراد کے درمیان اتحاد و اتفاق کا دارومدار دولت کی صحیح اور منصفانہ تقسیم پر ہے۔ اگر دولت کا ارتکاز چند ہاتھوں میں ہو، تو معاشرہ میں طبقاتی جنگ کا آغاز ہونا یقینی ہوتا ہے اور بھوکے ننگے لوگوں سے مذہب روحانیت یا اخلاقیات کی پابندی بھی کم ہی ہوتی ہے۔ خود رسول اللہؐ کا ارشاد ہے:

کَادَ الفقر ان یکون کفراً ۵

ترجمہ: غربت اور مفلسی ایک شخص کو کفر کے قریب لے جاتی ہے۔

پس کسی معاشرے میں دولت کی منصفانہ تقسیم کے جتنے زیادہ اقدامات ہوں گے اسی تناسب سے معاشرہ کے افراد کے درمیان اتفاق و اتحاد اور فکری ہم آہنگی ہوگی۔ اور اسی نسبت سے معاشرے کی بنیادیں مضبوط ہوں گی۔ سیاسی استحکام کے لئے بھی ایک مستحکم اور انصاف پر مبنی معاشی ڈھانچہ از حد ضروری ہے۔ اس قسم کے معاشرہ کے قیام کی توقع ہم موجودہ ازموں (ISMS) سے نہیں کر سکتے۔ اگر ایسا معاشرہ قائم کرنا ہو تو ہمیں اُس معاشرے کی مثال سامنے رکھنی ہوگی جس کی بنیاد آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل رسول اللہ ؐ نے رکھی تھی جس میں لوگ طبقاتی کشمکش سے ناآشنا بھائیوں کی طرح زندگی گزارتے تھے، ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے اور ایک دوسرے کی طرف دستِ تعاون بڑھانے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ معاشی لحاظ سے خوشحال معاشرہ کے افراد سیاسی طور پر بھی خوشحال ہوتے ہیں۔ اسلامی نظامِ حیات میں دونوں ساتھ چلتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس معاشرہ کے افراد محرومیوں کا شکار نہیں ہوتے ان کے دلوں میں محبت، ہمدردی، تعاون اور اخوّت کے جذبات پرورش پاتے ہیں اور یہی وہ عناصر ہیں جن کی ترکیب سے قومی وحدت وجود میں آتی ہے اور پروان چڑھتی ہے۔ استحصال سے پاک معاشرہ کے قیام کے لئے اسلام کے معاشی اصولوں پر سختی سے عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ اصول ایسے ہیں جو آج بھی بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دے سکتے ہیں۔

اسلام نے ساتویں صدی عیسوی میں انسانیت کو تباہی سے جس طرح بچایا اور اسے امن و سلامتی کی شاہراہ پر ڈالا آج اگر ہم اسلامی تعلیمات کی صحیح روح کو اپنائیں اور اپنے موجودہ مسائل ھدایتِ ربانی کی مدد سے حل کریں تو ہم نہ صرف پاکستان کو بلکہ باقی دنیا کو بھی آنے والے مصائب و آلام سے نجات دلانے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ضرورت اسلام کی صحیح روح اور اس کے حقیقی کردار کو سمجھنے اور یہ دیکھنے کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دَور کے مسائل کو کس طرح حل کیا اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے حالاتِ حاضرہ اور وقت کے نئے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے سیاسی، معاشرتی، معاشی اور اخلاقی مسائل کس طرح حل کئے۔ اپنے قومی اتحاد کے لئے ہم جو بھی قدم اٹھائیں یہ بنیادی نکتہ ہمارے پیشِ نظر رہنا چاہیئے۔